السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کہتا ہے کہ آیت الیس اللہ باحکم الحاکمین اور سبح اسم ربک الاعلیٰ اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون وغیرہ آیات کا جواب جس طرح قاری کو دینا چاہیے، اسی طرح سامع کو بھی دینا چاہیے اور زید کہتا ہے کہ ان آیات کا جواب صرف قاری کو دینا چاہیے، پس ان دونوں میں سے کس کا قول حق وصواب ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

صورت مسئول عنہا میں عمرو کا قول اقرب الی الصواب ہے۔ یعنی آیات مذکورہ کا جواب جس طرح سے قاری کو دینا چاہیے، اسی طرح سے سامع کو بھی چاہیے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت قرأت ان آیتوں کا جواب دینا ثابت ہے۔ اور آپ کا کل قول وفعل امت کے لیے ہر وقت دستور العمل ہے۔ تاوقتیکہ اس کی تخصیص کسی خاص وقت یا شخص خاص یا حالت خاص کے ساتھ ثابت نہ ہو۔ مثلاً رفع الیدین اور وضع الیدین علی الصدر اور رفع سبابہ فی التشہد اور جلسہ استراحت اور تورک اور قبل افتتاح قرأت کے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرة واصیلا یا انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض الخ یا اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب الخ پڑھنا یا رکوع میں سبوح قدوس رب الملائکة والروح اور سجدہ میں لک سجد وجھی وعظامی وضحی پڑھنا وغیرہ ذلک یہ ایسے افعال ہیں جن کی مسنونیت میں کسی طرح کا شک نہیں ہوسکتا ہے اور امت محمدیہ میں سے ہر شخص کے لیے یہ افعال مسنون ہیں۔ خواہ وہ شخص امام ہو یا مقتدی خواہ منفرد ہو، حالاں کہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم نے اپنے مقتدیوں کو ان امور کی تعلیم فرمائی ہے۔ یا عام طرح پر فرمایا ہے کہ جو شخص جب نماز پڑھے تو ایسا کرے، پھر بھی یہ احکام ہر شخص کے لیے اسی وجہ سے عام رہے، کہ قول وفعل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام افراد امت کے لیے دستور العمل ہوتا ہے جب تک حدیث مرفوع ہی سے تخصیص ثابت نہ ہو قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة الآیة

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

پس بنا پر تقریر ہذا ان آیات کا جواب دینا ہر شخص کو چاہیے، عام ازیں کہ قاری ہو یا سامع، نماز میں ہو یا غیر نماز میں، امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ اتباعا لفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ ابوداؤد عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ سبح اسم ربک الاعلیٰ قال سبحان ربی الاعلی وروی ایضا عن موسیٰ بن عائشة قال کان رجل یصلی فوق بنیہ وکان اذا قرأ الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی قال سبحانک فبلی فسالوہ عن ذلک فقال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی البیھقی عن علی انہ قرأنی الصبح بسبح اسم ربک الاعلیٰ فقال سبحان ربی الاعلیٰ الحدیث وروی ابوداؤد عن عوف بن مالک الاشجعی قال قمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة فقام فقرأ سورة البقرة لایمر بایة رحمة الا وقف فسأل ولایمر بایة عذاب الاوقف فتعوذ قال ثم رکع بقدر قیامہ یقول فی رکوعہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ثم سجد بقدر قیامہ ثم قال فی سجودہ مثل ذلک ثم قام فقرأ بال عمران ثم قرأ سورة الحدیث واخرجہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ مختصرا ومطولا وروی الترمذی عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحابہ فقرأ علیھم سورة الرحمن من اولھا الی اٰخرھا فسکتوا فقال لقد قرأتھا علی الجن لیلة الجن فکانوا احسن مردودا منکم کنت کلما اتیت علی قولہ فبای الاء ربکما تکذبان قالوا الابشیٔ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد انتھی۔

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔ ایک آدمی اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ پڑھا۔ تو کہا سبحانک فبلی، لوگوں نے اس بارے میں اس سے پوچھا، تو اس نے کہا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہے۔ بیہقی میں روایت ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا، تو فرمایا سبحان ربی الاعلیٰ، عوف بن مالک کہتے ہیں۔ کہ ایک رات آپ نے نماز میں سورة بقر شروع کی، جب آپ کوئی رحمت کی آیت پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور خدا سے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت پڑھتے تو اس سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے برابر رکوع کیا اور اس میں سبحان ذی الجبروت والملوکت والکبریا والعظمة پڑھتے رہے۔ پھر سجدہ بھی قیام کے برابر کیا۔ اور اس می بھی رکوع والی دعا پڑھتے رہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو سورت آل عمران اور سورت پڑھی۔ جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سورة الرحمن پڑھی وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا! میں نے جنوں کی رات میں یہی سورة جنوں پر پڑھی تھی وہ تم سے جواب دینے میں اچھے رہے۔ جب بھی میں پڑھتا: فبای آلاء ربکما تکذبان تو وہ جواب دیتے! اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں۔

اس حدیث ترمذی سے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی آیتوں کا جواب قاری یا مصلی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ خود اس کلام پاک کے معنی اور موقع کے لحاظ سے ہے۔ جب ہی تو آپ نے صحابہ کرام کے سکوت پر اعتراض فرمایا اور جنات کے جواب دینے کو مدحیہ طور پر ذکر فرمایا، حالاں کہ آپ نے اس واقعہ سے قبل صحابہ کرام کو اس جواب کی تعلیم نہیں فرمائی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن جن آیتوں کا جواب دیا ہے۔ وہ اس خصوصیت سے نہیں کہ آپ امام تھے یا قاری تھے۔ بلکہ ان آیتوں کا معنی اور موقعہ ہی ایسا تھا کہ جب وہ آیت پڑھی جائے تو پڑھنے والا اور سننے والا ہر شخص ان کا مناسب جواب جو احادیث سے ثابت ہو دیوے۔

قال المناوی فی شرح الجامع الصغیر کان اذا قرأ قولہ تعالیٰ الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی قال بلیٰ واذا قرأ الیس اللہ باحکم الحاکمین قال بلیٰ لان قولہ بمنزلة سوال فیحتاج الی الجواب ومن حق الخطاب ان لایترک المخاطب جوابہ فیکون السامع کھیئة الغافل اوکمن لایسمع ندبوالمن مر بایة رحمة ان یسأل اللہ الرحمة اوعذاب ان یتعوذ من النار اویذکر الجنة بان یرغب الی اللہ فیھا اوالنار ان یستعیذ بہ منھا انتھی ثم قال اذا قرأ سبح اسم ربک الاعلی سبحان ربی الاعلی کما سمعتہ فیما قبلہ واخذ من ذلک ان للقاری اوالسامع کلما مر بایة تنزیة ان ینزہ اللہ او تحمید ان یحمدہ اوتکبیر ان یکبیرہ وقس علیہ انتھی اور شرح صحیح مسلم للنوی میں ہے: اذا مر بایة فیھا تسبیح سبح واذا مر بسوال سأل واذا مر بتعوذ تعوذ فیہ استحباب ھذہ الامور لکل قاری فی الصلوٰة اوغیرھا ومذھبنا استحبابہ للامام والماموم والمنفرد۔ انتھی وھکذا فی کتاب الاذکار للنووی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول الیس ذلک بقادر علیٰ ان یحیی الموتے پڑھے۔ تو کہے بلیٰ، اور جب الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے و بلیٰ کہے، کیوں کہ ان میں سوال کیا گیا ہے۔ جس کا جواب دینا چاہیے اور خطاب کا حق ہے۔ کہ مخاطب کلام کا جواب دیقا۔ اگر نہ دے گا تو سامع بے خبروں کی طرح ہوگا۔ یا جیسے کوئی جانورخ جو آواز تو سنتا ہے، لیکن مطلب نہیں سمجھتا، یا کسی اندھے، گونگے، بہرے کی طرح، جیسے کچھ سمجھ نہ آئے۔ یہ حالت تو بہت بُری حالت ہے۔ پھر

مستحب ہے کہ رحمت کی آیت سے گذرے، تو رحمت کا سوال کرے۔ عذاب کی آیت سی گزرے تو پناہ مانگی جنت کا تذکرہ ہو تو اس کا سوال کرے۔ دوزخ کا ذکر ہو تو پناہ مانگے۔ اگر تنزیہ کی آیت ہو، تو اللہ کی پاکیزگی بیان کرے۔ تعریف کی آیت ہو، تو اللہ کی تعریف کرے، علیٰ ہذا القیاس جب تسبیح کی آیت سے گذرے تو تسبیح بیان کرے۔ جب سوال کا ذکر ہو، تو سوال کرے اور جب تعوذ سے گذرے تو پناہ مانگے نماز میں قاری کے لیے یہ سب امور مستحب ہیں۔ اور ہم اسے امام اور مقتدی، منفرد سب کے لیے مستحب جانتے ہیں۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد3ص131-134

محدث فتویٰ